اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لیے سوائے ایک درخت کے، جنت کی ہر نعمت مباح کردی تا کہ ان کے لیے اس ممنوع درخت کو کھانے کا کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔(الطبری،ابن کثیر،القرطبی ،ابن العثیمین ،معارف القرآن)

﴿ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظلمين﴾ ﴿ولا تقربا﴾ امام ابن العربی فرماتے ہیں میں نے امام شاشی سے سنا''لاتقرَب''راء کے فتحہ کے ساتھ ہوتو معنی یہ ہیں کہ یہ کام نہ کر،اور''تقرُب''راء کے ضمہ کے ساتھ تو معنی یہ ہیں کہ قریب نہ جاؤ۔اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں مترادف ہیں،دونوں میں قربت سے منع ہے۔اصمعی نے کسی بدوی سے (القرب) کا معنی پوچھا تو کہا:رات بھر چل کر صبح چشمہ تک پہنچنے کو کہتے ہیں۔(القرطبی ،الشوکانی) مطلق کسی چیز سے منع کرنے سے اس کے قریب جانے سے روکنے میں زیادہ مبالغہ ہے،اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ بطور تاکید فرمارہے ہیں ﴿ولا تقربا هذه الشجرة﴾ کیونکہ اس سے قریب جانے پر انسان اس سے مانوس ہوتا ہے،پھر اس سے محبت ہوتی ہے،پھر کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرہ کرتی ہے،پھر وہ برائی کو برا ہی نہیں سمجھتا۔اس لئے یہاں شر تک پہنچنے کے سبب سے منع فرمایا۔اس طرح کی مثالیں کتاب وسنت میں بہت زیادہ ملتی ہیں۔جیسے:﴿ولا تقربوا الزنا﴾ ﴿ولا تقربوا مال اليتيم﴾ (القاسمی ،البیضاوی) یہاں نہی تحریم پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ممنوع درخت سے کھانے کا نتیجہ''ظلم''بتایا گیا۔(ابن عطية) اور ﴿الشجرة﴾ مفرد ہے اس کی جمع (شجر) ہے۔شجرہ نباتات میں ایسا پودا ہے جس کا تنا ہو۔نحوی زبان میں اسم الجنس الجمعی اور شبہ جمع کہا جاتا ہے،جیسے: تمر وتمرة،ثمر وثمرة (النحو الوافی ٤ /٦٢٧) ﴿الشجرة﴾ میں الف لام عہد حضوری کے لیے ہے،کیونکہ ہر وہ(ال) جو اسم اشارہ کے بعد واقع ہو،عہد حضوری کے لیے ہوتا ہے اور ﴿هذه﴾ اسم اشارہ قریب کے لیے ہے۔(ابن العثیمین)

یہ ایک معین درخت تھا یا ایک خاص درخت کی جنس سے منع کیا تھا؟ ہمارے لیے مبہم ہے،کیونکہ کتاب وسنت میں اس درخت کی تعیین نہیں آئی ہے۔اس کے باوجود بعض نے گندم،انگور اور انجیر وغیرہ کہا ہے،لیکن کسی کے پاس دلیل نہیں ہے۔نیز اس کے جاننے نہ جاننے سے کوئی نفع یا نقصان بھی نہیں ہوتا۔(الطبری،ابن عطية،القرطبی ،البغوی،تفسیر لقمان)

﴿فتكونا من الظلمين﴾ میں ﴿تكونا﴾ فعل مضارع مخاطب اور ﴿لا تقربا﴾ پر عطف کی وجہ سے محلاً مجزوم ہے یا یہ نہی ﴿لا تقربا﴾ کا جواب شرط ہے اور (فاء) سببیہ کے بعد (أن) مضمرہ کی وجہ سے منصوب ہے یا خود (فاء السببية) کی وجہ سے منصوب ہے۔(القرطبی ،ابن عطیه،ابن العثیمین) اور علامت نصب حذف النون ہے۔﴿من الظلمين﴾ ظالم کی جمع ظالمون ہے اور ﴿ظالمين﴾ مجرور ہے۔ظلم لغت میں کسی چیز کا اصل اور مناسب محل پر نہ رکھنے کو کہا جاتا ہے۔عرب کا محاورہ ہے:(ظلم الرجل جذوره) یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب آدمی اپنے اونٹ کو بغیر کسی مرض کے ذبح کرے(طبری،القرطبی، الشوکانی) شرعی مفہوم میں اس کے مختلف مراتب (فوائد) میں ذکر ہوں گے۔ان شاء اللہ ۞۞۞۞۞

درسِ حدیث

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ

عبدالوهاب خان

{1} عن حُمَيدةَ أنها سألت أمَ سلمةَ زوجَ النبی ﷺ فقالت:"إنی امرأة أطيل ذيلی و أمشی فی المكان القَذِرِ" فقالت أم سلمةؓ : قال رسول الله ﷺ "يطهره ما بعده".

تخريج : موطأ الإمام مالكؒ باب ما لا يجب منه الوضوء ح:٤٤ ص:٢١، سنن أبی داؤدؒ كتاب الطهارة باب ١٤٠: فی الأذی يصيب الذيل صحيح السنن ١/١١٣، سنن الترمذیؒ كتاب الطهارة باب ١٤٣: الوضوء من الموطأ ١/٢٦٦، سنن ابن ماجهؒ كتاب الطهارة باب ٧٩: الأرض يطهر بعضها بعضا ح:٥٣١ ١/١٧٧، سنن الدارمیؒ كتاب الطهارة باب ٦٤: الأرض يطهر بعضها بعضا ح:٧٤٢ ١/٢٠٦، مسند أحمد، مصنف ابن ابی شيبة، السنن الكبری للبيهقیؒ، المعجم الكبير للطبرانیؒ، مسند أبی يعلیٰ الموصلیؒ، مسند الإمام الشافعیؒ، معرفة السنن والآثار للبيهقیؒ۔

حكم الحديث : خطابیؒ ،نوویؒ ملاعلی قاریؒ: یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ ام الولدؒ مجہولہ ہے۔[معالم السنن، المجموع ١/٩٧،تحفة الأحوذی]

البانیؒ :"**صحيح**"[صحيح سنن أبی داؤد ١/١١٣، صحيح سنن الترمذی،صحيح سنن ابن ماجه ،تخريج المشكوٰة]

ترجمہ : ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف کی ام الولد حُمیدہ رحمہا اللہ نے ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مسئلہ پوچھا :"میں اپنا دامن لمبا رکھا کرتی ہوں اور گندی جگہ پر بھی چلنے کی نوبت آتی ہے۔"(اس کپڑے کا شرعی حکم کیا ہے؟) ام سلمہؓ نے جواب دیا کہ اس مسئلے میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:"اس کو بعد والی (صاف زمین) پاک کرتی ہے۔"

قَذِر يقْذَرُ قذَرًا، قَذر يقْذُرُ و قَذُر يقْذُرُ قَذَارَةً سے القَذِرُ: النظيف کی ضد ہے یعنی گندی چیز۔شیءٌ قَذِرٌ: ایسی چیز جس کی گندگی واضح ہو۔[لسان العرب]لغت کے لحاظ سے بہت سی پاک لیکن گھن آور چیزوں پر بھی اس کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

{2} عن امرأة من بنی عبدالأشهلؓ قالت قلت يا رسول الله (ﷺ) إن لنا طريقا إلى المسجد منتنة فكيف نفعل إذا مطرنا؟ قال:" أ ليس بعدها طريق هی أطيب منها ؟ " قالت: بلی. قال ﷺ :" فهٰذه بهٰذه . "

تخریج : [سنن أبی داؤد ،کتاب الطهارة، باب ١٤٠: فی الأذی یصیب الذیل ١/٢٦٧، سنن ابن ماجه کتاب الطهارة ، باب ٧٩ الأرض یطهر بعضها بعضاً ح:٥٣٣ ١/١٧٧]

ترجمہ : قبیلہ بنی عبدالاشہل کی ایک عورتؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: ہمارے لیے مسجد میں جانے کا راستہ بدبودار ہے، جب بارش ہوتو ہم کیا کریں؟ آپ ﷺ نے پوچھا: '' **کیا اس بدبودار راستے سے گزرنے کے بعد ایسا راستہ نہیں جو اس سے زیادہ صاف ہو؟** اس نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **''پس یہ اس کا بدل ہے۔''**

نَتَنَ نَتْناً و نَتُنَ نَتَانَةً و أَنْتَنَ سے اسم الفاعل مُنْتِنٌ ہے یعنی بدبودار۔ النَّتْنُ : **الرائحة الكريهة** [لسان العرب]

حکم الحدیث : خطابیؒ (٣١٩-٣٨٨ھ): دونوں حدیثوں کی سند میں کلام (اعتراض) ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں بنی عبدالاشہل کی یہ عورت مجہولہ ہے۔ اور علم حدیث میں مجہول راوی کی روایت حجت نہیں بن سکتی۔ [معالم السنن ١/٢٦٧]

ملا علی قاریؒ نے بھی اس اعتراض کو تسلیم کرتے ہوئے حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ [دیکھیے: تحفة الأحوذی ١/٤٣٩]

مبارکپوریؒ: بنی عبدالاشہل کی یہ عورت صحابیہ ہے جو کہ اسی حدیث سے واضح ہے۔ اور صحابی کی پہچان نہ ہونے سے حدیث کی صحت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ [تحفة الاحوذی ١/٤٣٩] البانیؒ : '' **صحیح** '' [صحیح سنن أبی داؤد ١/١١٣]

تمہید : حدیث عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درس میں پانی، مٹی وغیرہ کے ذریعے جسم، لباس اور عبادت سے متعلقہ مقامات کی پاکیزگی سے متعلق کتاب الہی اور سنت مصطفویہ کے نصوص پر روشنی ڈالی گئی۔

ان دونوں حدیثوں کے درس میں اسی سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے جائزہ لیا جائے گا کہ دینِ فطرت میں لباس کی طہارت و پاکیزگی سے متعلق کس قدر رعایت دی گئی ہے۔

مسائل حدیث : ان حدیثوں سے درج ذیل مسائل معلوم ہوتے ہیں:

(١) نماز کے لیے جسم اور جگہ کی طرح لباس کا بھی پاک ہونا ضروری ہے۔

(٢) راستوں میں نجاست پھیلانا حرام اور موجب لعنت ہونے کے باوجود غیر ارادی طور پر ہی سہی، کچھ نہ کچھ گندگی پڑ جانے کا امکان رہتا ہے۔

(٣) صحابہ کرامؓ و تابعینؒ کے افضل زمانوں میں خواتین پردے کا شدید اہتمام کرتی تھیں، حتی کہ لمبی زنانہ قمیصوں کے (پچھلے) دامن زمین پر گھسیٹتی ہوئی چلتی تھیں، تا کہ اچانک ہوا چلنے کے وقت یا سواری پر چڑھنے کے دوران بھی پاؤں پردے میں رہیں۔

(٤) پردے کی خاطر زنانہ قمیص کا پچھلا دامن لمبا رکھنا جائز ہے، اگر چہ کبھی اس کے گندی جگہ پر بھی پڑنے کا خدشہ ہو۔

(٥) پاک مٹی پر چلنے سے کپڑے کی پاکیزگی ایک خاص رعایت ہے، جو پردے کی شرعی مجبوری کی وجہ سے دی گئی ہے۔

Monthly MUHADDIS Lahore
99-J Model Town, Lahore-54700
Phone: 5866476-5866396

لہٰذا اس حکم پر عام کپڑوں کو قیاس نہیں کیا جائے گا۔ حتی کہ اگر کوئی ''ماڈل گرل'' فیشن کے طور پر اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹتی پھرتی ہو یا کوئی ''روشن خیال'' شخص پتلون یا شلوار کو زمین پر گھسیٹ کر اتراتے ہوئے چلتا ہو تو ان پر لگی ہوئی گندگی''پاک زمین پر چلنے کی وجہ سے پاک نہیں ہوگی۔ کیونکہ شریعت کی مخالفت کی وجہ سے وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں۔

(٦) پردہ نشین عفت مآب خاتون کی قمیص کا پچھلا دامن اگر راستے میں پڑی ہوئی گندی چیزوں سے چھوتا ہوا گزرے اور اس کے بعد پاک وصاف زمین سے بھی چھوتا ہوا گزر جائے تو وہ کپڑا شرعاً پاک ہو جاتا ہے، اس میں نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

فصل اول: کپڑے کی پاکیزگی کا مسئلہ

(١) ابو حنیفہؒ: اگر کپڑے پر لگی ہوئی نجاست مغلظہ ہو تو اس کی مجموعی مقدار ایک درہم سے کم مقدار معاف ہے ورنہ دھونا واجب۔ اور مائع نجاست مثلاً پیشاب میں سے ہتھیلی کے اندرونی حصے کے برابر معاف ہے۔ اگر نجاست خفیفہ مثلا جانور کا پیشاب، گوبر وغیرہ ہو تو لگی ہوئی چیز یا عضو کے ایک چوتھائی حصے تک معاف ہے۔

(نوٹ: ایک درہم کا وزن اعشاری نظام کے مطابق 2.975 گرام اور قدیم حساب سے 20 قیراط ہے۔)[الفقہ]

(٢) مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ و جمہور: اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ''گندی زمین'' پر چلنے کے بعد پاک صاف اور خشک زمین پر چلنے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ لیکن ''پیشاب جیسی نجاست'' کپڑے یا جسم کو لگ جائے تو صاف زمین پر چلنے یا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا، بلکہ اس صورت میں پانی سے دھونا واجب ہے۔ یعنی انہوں نے شرعی نجاست کے بجائے عام گندگی مراد لی۔

ابن المنذرؒ نے اس پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔[الأوسط ٢/ ٤٧٢، تحفة الأحوذي، الفقه ١/ ٢٦٣]

زرقانیؒ: بعض علماء نے حدیث ام سلمہ کے لفظ ''القذر'' کو ''گیلی نجاست'' پر محمول کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ خشک زمین پر گھسٹنے سے دامن کو لگی ہوئی ''نجاست'' پاک ہو جاتی ہے۔ کیونکہ زنانہ دامن مردانہ جوتے کی طرح ہے۔[الفقه ١/ ٢٤٧]

شاہ ولی اللہؒ: اگر دامن کو راستے کی نجاست لگ جائے پھر دوسری پاک جگہ سے گزرے اور اس سے راستے کی کیچڑ، زمین کی گرد وغبار اور اس جگہ کی پاک مٹی لگ جائے اور کپڑے سے لگی ہوئی نجاست سوکھ جائے، پھر چلنے کی حرکت سے وہ گندگی منتشر ہو جائے یا اسے رگڑ کر منتشر کر دے تو حرج اور تنگی کی وجہ سے شریعت میں معاف ہے۔[المسوىٰ شرح الموطأ]

جمہور کے اسی قول کو مبارک پوریؒ نے بھی ترجیح دی ہے۔[تحفة الأحوذي ١/ ٤٣٨]

(٣) بغویؒ، نوویؒ، محمد فواد عبدالباقیؒ: صرف ''خشک نجاست'' لگنے کی صورت میں زمین پر چلنے سے کپڑا پاک ہوتا ہے، گیلی نجاست لگے تو دھونا ضروری ہے۔[تحفة الأحوذي ١/ ٤٣٨، المجموع ١/ ٩٧، سنن ابن ماجه ١/ ١٧٧ هامش]

فصل ثانی: راستوں کا شرعی حکم

اس مسئلے میں اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ عام طور پر راستوں میں پائے جانے والی گندی اور ناپسندیدہ چیزوں کو شرعی لحاظ سے پاک تسلیم کیا جائے گا یا نجس؟

پھر اس مسئلے میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں کہ راستوں میں پیشاب، پاخانہ وغیرہ نجاست ڈالنا حرام اور موجب لعنت ہے۔[مسلم] اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ ایسا کرنے والا خود اسے دفن کرے۔ اگر کوئی مسلمان راستے کو ان غلاظتوں سے آلودہ پائے تو اس کا ازالہ کرنا ایمان کی شاخ ہے۔[متفق علیہ] اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنے بدن اور لباس حتیٰ کہ بوٹ کو بھی ایسی نجاست سے بچانے کی کوشش کرنا چاہیے، کوتاہی کی صورت میں عذاب قبر بھگتنا پڑے گا۔

اس قسم کی واضح نجاست نہ ہونے کی صورت میں عام راستوں کو ''براءت اصلیہ'' کی بنا پر شرعاً پاک شمار کیا جائے گا۔

زیر درس احادیث سے اسی قاعدے کی تائید ہوتی ہے۔ نیز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: ''**كنا مع النبي ﷺ لا نتوضأ من الموطأ**'' کہ ''ہم رسول اللہ ﷺ کے مبارک دور میں گندگی کو روندنے پر وضو نہیں کیا کرتے تھے۔''

[أبوداؤد، الطهارة، باب في الرجل يطأ الأذى برجله، وصححه الألباني. الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الوضوء من الموطأ، مصنف ابن أبي شيبة ١/٧٥، ٢/٢٥٥، مصنف عبدالرزاق ١/٣٢، الحاكم وقال صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، ذكر [illegible] وصحيح من حديث جماعة [illegible] ذكر [illegible] الأذى اليابس بالخف والنعل والنعل على أن ذلك لا يوجب غسل الخف ولا النعل وأن تطهيرهما يكون بالمشي على الأرض الطاهرة بعدها]

خطابی، ابن الاثیر، ابن منظور اور مرتضی الزبیدی: ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگ پاؤں پر گندگی لگنے پر دوبارہ ''وضو'' نہیں کرتے تھے، یہ مراد نہیں کہ ''پاؤں'' ہی نہیں دھوتے تھے۔'' [معالم السنن، النهاية في غريب الحديث ولسان العرب، تاج العروس من جواهر القاموس (وطأ)]

راستے کی عام گندگی، بارش کے پانی اور کیچڑ وغیرہ سے گزرنے کے بعد نماز کے حکم سے متعلق درج ذیل آراء ہیں:

(۱) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی ایسی صورت میں دوبارہ ''وضو'' کرنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔[الأوسط ج ٢/ ١٧١ ٢/ ٤٧٨]

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ابراہیم نخعی، مسلم بن یسار، علقمہ، اسود، عبداللہ بن معقل، سعید بن المسیب، شعبی، حسن بصری، احمد اور اسحاق کے نزدیک وضو کے بعد راستے کی کیچڑ اور بارش کا پانی لگنے کی صورت میں پاؤں کا دھونا ضروری نہیں۔

[الأوسط ٢/ ١٧٥، ٤٧٩، مصنف ابن ابی شیبة ١/ ٧٥]

ترمذی: بہت سے اہل علم کا قول ہے کہ جب آدمی گندی جگہ کو روندے تو اس پر پاؤں کا دھونا فرض نہیں مگر گیلی ہو تو جو گندگی

پاؤں کو لگی ہے اسے دھولینا چاہیے۔[جامع الترمذی ۱/۲٦۷]

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: ہم مسجد جاتے ہوئے ''**نجس**'' راستے کو روندتے ہیں۔تو فرمایا:''**الأرض یطھّر بعضُھا بعضاً**'' [ابن ماجه طهارة، باب الأرض يطهّر عن أبی هرو **ضعفه** الألبانی فی ضعيف السنن]

''ایک زمین دوسری زمین کو پاک کردیتی ہے۔''

ابن المنذرؒ: یعنی جوتے کو لگی ہوئی نجس مٹی' راستے کی پاک مٹی سے رگڑنے پر زائل ہو جاتی ہے۔[معالم السنن ۱/٤۲۷-۳۸]

(۳) عطاءؒ سے روایت ہے کہ اس صورت میں اپنے پاؤں دھویا کرتے تھے۔ابن المنذرؒ نے اسے استحباب پر محمول کیا ہے۔

[الأوسط، جماع أبواب إزالة النجاسة عن الأبدان والثياب وإيجاب تطهيرها ۲/٤۷۹]

ابراہیم نخعیؒ: اگر غسل کی جگہ پانی کھڑا رہتا ہو تو غسل کے بعد پاؤں دھونا پڑے گا۔[مصنف ابن ابی شیبة ۱/۸۸]

سفیان ثوریؒ: وضو کے بعد پاؤں گندگی میں پڑ جائے تو پاؤں دھونا پڑے گا، اگر دھونے کے لیے پانی میسر نہ ہو تو تیمم کرنا چاہیے، کیونکہ وہ ایسے شخص کی طرح ہے جس کا وضو ناقص ہو۔اور جب بھی وضو یا تیمم کے اعضاء پر گندگی لگے تو دھونا چاہیے، اگر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے رگڑنا ہی کافی ہے، کیونکہ مٹی' پانی کی قائم مقام ہے۔[الأوسط باب ذكر تطهير الخفاف ......]

بعض علماء نے ان حدیثوں کو براءت اصلیہ پر محمول کرنے کے بجائے ''نجاست'' ہی مراد لی ہے۔

(۴) زرقانیؒ: حدیث ام سلمہؓ کے لفظ ''القذر'' کو گیلی نجاست پر بھی محمول کیا گیا ہے، یعنی خشک زمین پر گھسٹنے سے دامن کو لگی ہوئی نجاست پاک ہو جاتی ہے۔کیونکہ زنانہ دامن مردانہ جوتے کی طرح ہے۔[الفقه ۱/۲٤۷]

خشک زمین اور راستوں کا شرعی حکم

کسی بھی چیز میں اور کسی بھی جگہ نجاست اپنی جسامت، رنگ اور بو کے ذریعے واضح ہو تو بالاتفاق اس سے اجتناب اور پاکیزگی واجب ہے۔اور عین نجاست کو دور کرنے کے بعد اس جگہے کو دھولیا جائے تو بالاتفاق وہ پاک ہے۔لیکن پانی بہائے بغیر کچھ مدت کے گزرنے پر نجاست کے اثرات آہستہ آہستہ ختم ہو جائیں تو اس میں اختلاف ہے۔

(۱) احنافؒ: زمین اور اس پر جمی ہوئی چیزیں درخت، گھاس پھوس اور پتھر وغیرہ دھوپ و ہوا سے سوکھنے پر نماز کے لیے پاک ہو جاتے ہیں، لیکن اس پر تیمم جائز نہیں ہے۔(کیونکہ نماز کے لیے جگہ کا طاھر ہونا کافی ہے، لیکن تیمم کے لیے طھور ہونا ضروری۔)

(۲) مالکیہؒ، شافعیہؒ، زفرؒ: پانی بہائے بغیر دھوپ اور ہوا وغیرہ سے پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی۔

(۳) ابن تیمیہؒ: جب اللہ کے رسول ﷺ نے ''مٹی'' کو جوتے کے تلوے اور زنانہ دامن کے لیے پاکیزگی کا ذریعہ قرار دیا اور اسے ''طَھُور'' فرمایا تو یقیناً مٹی کا بذاتِ خود پاک ہو جانا زیادہ لائق ہے۔ پس نجاست جب مٹی میں حل ہو کر خود ہی مٹی بن

جائے تو نجاست کا حکم باقی نہیں رہتا۔لہٰذا اس پر تیمّم بھی کیا جا سکتا ہے۔[فتاوی ۲۱/ ۴۸۱]

فرش کے بچھونوں کا شرعی حکم

عصر نبوت اور خیر القرون میں عام طور پر مساجد میں مٹی، ریت یا بجری بچھی ہوتی تھی۔ اور عموما مساجد میں بھی جوتے پہن کر نماز ادا کرتے تھے۔ اسی طرح عام لوگوں کے گھروں میں بھی کچا فرش ہی ہوتا تھا۔ کیونکہ ایک تو ان کی اقتصادی حالت کمزور تھی۔ دوسرے کپڑا بہت مہنگا تھا، حتیٰ کہ ایک جوڑے (چادر اور تہبند) کی قیمت گائے کے برابر تھی۔[دیکھیے: أبو داؤد ،الدیات باب ۱۸ الدیة کم هي؟ عن ابن عمرو ۴/ ۶۷۹ حسنه الألباني أرواء:۲۲۴۷] تیسرے وہ سادگی پسند تھے۔

مٹی، ریت وغیرہ سے نجاست زائل کرنے کا طریقہ پچھلے درس میں گزر چکا ہے کہ نظر آنے والی نجاست کو دور کرنے کے بعد اس پر کافی مقدار میں پانی بہانا چاہیے۔ کپڑے کی جنس سے نجاست کو زائل کرنے کا طریقہ بھی گزر چکا ہے کہ نجاست مرئی کو کھرچنے یا رگڑنے کے بعد پانی کے ساتھ مل کر دھو لینا واجب ہے، پھر پورے کپڑے کو بھی دھو یا جائے تو بہتر ہے۔

اگر نجاست زدہ جگہ متعین نہ ہو سکے تو مکمل دھو لینا چاہیے تا کہ اس میں نماز درست ہو سکے۔[فتح الوهاب ۱/ ۸۸]

چٹائی، دری، ٹاٹ، قالین اور بستر وغیرہ کو دھونا ضروری ہے۔ البتہ فرش سے چپکائے ہوئے کارپٹ کو زمین پر قیاس کرتے ہوئے ہمارے معاصر فقہاء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ اسے اکھیڑنا اور نچوڑنا ضروری نہیں، صرف نجاست مرئیہ کو دور کرنے کے بعد اتنا پانی بہانا چاہیے جس سے نجاست کے اثرات زائل ہونے کا گمان غالب ہو جائے۔[فتاوی اللجنة الدائمة ۵/ ۳۶۴-۳۶۵]

فصل ثالث جوتے کی پاکیزگی

(۱) ابوحنیفہؒ، محمدؒ، ابو یوسفؒ، اوزاعیؒ، ابوثورؒ، اسحاقؒ، ظاہریہؒ: جوتے یا موزے پر گوبر، پاخانہ، منی یا خون (یعنی نجاست مرئیہ) لگ کر ''خشک'' ہو جائے تو اسے زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جائے گا۔ ''گیلا'' ہو تو دھونا واجب ہے۔ لیکن کپڑے پر نجاست لگ جائے تو بہر حال ''دھونا'' واجب ہے، خواہ خشک ہو یا گیلا۔ سوائے منی کے، اسے خشک حالت میں رگڑنے پر کپڑا پاک ہو جائے گا۔ اور ''پیشاب'' جوتے یا موزے پر بھی لگ جائے تو خشک ہونے کے باوجود دھونا واجب ہے۔[الأوسط باب ذکر تطهير الخفاف والنعال من النجاسات ۲/ ۱۷۱، ۴ نيل الأوطار ۱/ ۵۸]

(۲) مالکیہ: اگر پاخانہ یا کوئی اور نجاست یقینی یا ظنی طور پر راستہ وغیرہ میں پڑ جائے تو بارش کی حالت میں معاف ہے۔ پھر جب بارش تھم جائے اور راستے سوکھ جائیں تو دھونا واجب ہے۔ اگر نجاست مٹی وغیرہ پر غالب ہونے کا یقین یا گمان ہو تو بہر حال اسے دھو کر پاک کرنا واجب ہے۔ پاؤں خشک نجاست پر لگے تو معاف ہے۔[الشرح الکبیر ۱/ ۷۵]

(۳) شافعیؒ: (قدیم قول) موزے کے تلوے پر نجاست لگ جائے تو اس کو خشک زمین پر رگڑنا کافی ہے، پھر اس میں

نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ (جدید قول) جوتے کی ''نجاست'' بھی دھونا واجب ہے، کیونکہ حدیث کے لفظ ''الأذیٰ'' سے مراد ہے: ''مستقذرٌ طاهرٌ'' یعنی پاک لیکن ناپسند چیز، مثلاً بلغم رینٹ وغیرہ ۔[المجموع ۱/۹۷]

شافعیہ نے اس مسئلے میں رعایت کے لیے چند شرائط بیان کی ہیں:

[۱] موسم سرما میں کپڑوں کے دامن اور پیروں پر لگی ہوئی راستے کی نجاست آلود کیچڑ معاف ہے، بشرطیکہ ان پر نجاست کا اثر نمایاں نہ ہو۔ موسم گرما میں عذر دور ہونے کی وجہ سے دھونا واجب ہے۔

[۲] اگر نجاست آلود کیچڑ جوتے یا پاؤں پر یا زنانہ قمیص کے دامن پر لگی ہو تو مشقت کی وجہ سے معاف ہے، ہاتھ یا آستین پر لگی ہو تو دھونا ضروری ہے، کیونکہ ان کا دھونا آسان ہے۔

[۳] اگر انسان اس کیچڑ سے بچنے کی امکانی کوشش کرے، یعنی شرعی اجازت سے زیادہ کپڑا لمبا نہ رکھتا ہو تو رعایت ہے، اگر اس میں کوتاہی کرے تو کوئی معافی نہیں۔

[۴] اگر یہ کیچڑ پیدل یا سوار چلتے ہوئے لگی ہو تو رعایت ہے، انسان زمین پر گر پڑے تو دھونا پڑے گا۔[الشرح الکبیر ۱/۷۵]

(۵) حنابلہ: اگر راستے میں نجاست پائے جانے کا گمان یا یقین ہو تو راجح قول کے مطابق وہ قلیل مقدار میں ہونے اور اجتناب مشکل ہونے کی وجہ سے معاف ہے۔[الفروع لابن مفلح ۱/۳۱۳]

فصل رابع: مختلف احوال میں نجاستوں کا حکم

مبحث (۱) نماز کے بعد ہی نجاست کے وجود کا پتہ چلے

روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ رات کو پہنی ہوئی چادر اوڑھ کر مسجد گئے اور فجر کی نماز پڑھا کر بیٹھ گئے، ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ کی چادر پر یہ خون کا نشان ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے سمیٹ کر خادم کے ہاتھ اپنی اہلیہ کے پاس بھیج دیا کہ اسے دھو کر خشک کر کے بھیج دو۔ پھر اس نے اپنا پیالہ منگایا، اسے دھویا پھر سکھایا اور واپس بھیج دیا۔ دوپہر کو رسول اللہ ﷺ اسی چادر میں گھر تشریف لائے۔[ابو داود، الطهارة، باب ۱٤۲ الإعادة من النجاسة تكون في الثوب۔ ضعفه الألباني في ضعيف سنن ۱/۳۲]

یہ حدیث ضعیف ہے۔ لیکن اکثر علماء نے اسی کے موافق کہا ہے کہ ایسی صورت میں نماز درست ہو جائے گی۔

مبحث (۲) اگر دوران نماز جسم یا لباس کے نجاست زدہ ہونے کا شک ہو

جمہور کے نزدیک یاد آتے ہوئے نماز پڑھے تو نماز باطل ہوگی۔ بھول کر، لاعلمی سے یا اجتہادی مسئلے میں طہارت کے اعتقاد سے نماز پڑھے تو درست شمار کی جائے گی۔[المجموع فتاوی ... ۲۷، الفقه على المذاهب الأربعة: حكم إزالة النجاسة]

نماز کے دوران نجاست لگی ہونے کا شبہ ہو جائے تو نماز توڑ کر نہیں جانا چاہیے۔[مجموع فتاوی ابن باز ١٩٩/٤]

مبحث (٣) اگر پہلے سے پتہ تھا، لیکن نماز پڑھتے وقت بھول گیا اور بعد میں یاد آیا

{1} عبداللہ بن عمر، عطاءؒ، ابن المسیبؒ، مالکؒ، احمدؒ وغیرہ اکثر فقہاء نے اسی کے مطابق کہا ہے کہ لاعلمی میں نماز ادا کرنے کے بعد نجاست کا پتہ چلے تو نماز دہرانا نہیں پڑے گا، اگرچہ نماز کے وقت سے پہلے یاد ہو۔[الفقه على المذاهب الأربعة ، حكم ازالة النجاسة]

{2} ابوحنیفہؒ، شافعیؒ: اگر نمازی کو اپنے لباس کے نجاست آلود ہونے کا پتہ ہی نہ تھا، یا معلوم تھا لیکن نماز کے وقت بھول گیا حتی کہ نماز ختم ہوگئی تو کپڑے کو پاک کرنے کے بعد نماز کو دہرانا واجب ہے۔[فتاوی: ٢١/ ١٧-١٨]

{3} مالکیہؒ: اگر نجاست کا وقوع یاد تھا پھر نماز پڑھتے وقت بھول گیا ہو تو اس میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ ازالہ نجاست میں کوتاہی کرنے کی وجہ سے اس کی نماز باطل ہوگی۔[الشرح الكبير ١/ ٤٧٧]

{4} ربیعہؒ، مالکیہؒ: بھول چوک، لاعلمی یا مجبوری کی بنا پر نجاست زدہ کپڑے میں نماز ادا کر چکے، پھر عذر ختم ہو جائے تو ''مستحب'' ہے کہ فرض کی نیت سے اس نماز کو دہرائے جس کا وقت جواز باقی ہو۔[الشرح الكبير ١/ ٦٨ ،**فتاوى الأزهر باب الصلاة مع نسيان النجاسة،المغنى**]

مبحث (٤) اگر دورانِ نماز گندگی لگ جائے

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ شریف کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ کفار مکہ نے دیکھ لیا اور ان کے مشورے پر ایک ربخت نے کہیں سے اونٹنی کی بچہ دانی اور اوجھری وغیرہ کی غلاظت لا یا اور حالت سجدہ میں آپ ﷺ کی پشت پر رکھ دیا۔ کسی نے فاطمہؓ کو اطلاع دی۔ آپؓ دوڑ کر آئیں اور یہ غلاظت ہٹا دی۔[بخاری، الصلاة باب ١٠٩ المرأة تطرح عن المصلي شيئا من الأذى ح: ٥٢٠ عن ابن مسعود ٣/ ٧٠٧]

بخاریؒ: **باب إذا ألقى على ظهر المصلي قذرا أو جيفة لم تفسد عليه صلاته** [كتاب الطهارة، ترجمة باب :٦٩] اس واقعے میں آپ ﷺ نے گندگی ہٹائے جانے کے بعد نماز جاری رکھی۔ غالبًا اس لیے کہ یہ گندگی نجس نہیں تھی۔

مالکیہؒ: نجاست لگ جائے تو نماز باطل ہوگی اگرچہ نفل ہو۔ اسے نماز چھوڑ کر دھونا پڑے گا۔[الشرح الكبير ١/ ٧٥]

شافعیہؒ، حنابلہؒ: نجاست لگ کر خود بخود زائل ہو جائے یا فوراً زائل کر دے تو نماز باطل نہیں ہوگی۔ کیونکہ تھوڑی سی نجاست میں معافی ہے، اس بنا پر مختصر وقت کے لیے بھی معافی دی جاتی ہے۔ [الإقناع ١/ ١٣٨]

مبحث(۵) اگر نماز کے دوران خون نکل جائے

غزوہ ذات الرقاع میں رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری اور ایک مہاجر کو پہرہ دار مقرر کیا۔مہاجر باری پر سو گیا،انصاری نماز پڑھنے لگا،دشمن نے اسے دیکھ کر تیر داغا لیکن وہ اپنی نماز میں مگن رہا حتیٰ کہ اسے تین تیر لگے،پھر اس نے ساتھی کو جگایا۔مہاجر نے انصاری کو خون آلود پا کر کہا''سبحان اللہ! آپ نے مجھے پہلی ہی تیر پر کیوں نہیں جگایا؟''اس نے کہا:''میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا،اسے کاٹ کر رکوع کرنا گوارا نہ ہوا۔''[أبوداؤد ، الطهارة،باب ۷۹ الوضوء من الدم ح:۱۹۸ عن جابر وحسنه الألبانيؒ: صحيح أبي داؤد ۱/۶۲]

صفی الرحمٰن : مہاجر عمار بن یاسر ؓ اور انصاری عباد بن بشر ؓ تھا۔غزوہ ذات الرقاع کے بارے میں ایک قول ۴ھ ہے،راجح یہ ہے کہ ۷ ہجری میں ہوا۔[الرحيق المختوم ص: ۳۸۰-۳۸۲]

عباد ؓ نے خون نکلنے کے باوجود نماز جاری رکھی کیونکہ جسمانی زخم کا خون ناقض وضو نہیں ، اور اسی سے اس خون کی طہارت کا استدلال بھی کیا جاسکتا ہے۔دوسرے اس کے خون سے کوئی اور نمازی متأثر نہیں ہو رہا تھا۔**واللہ أعلم**

مبحث(۶) اگر نماز پڑھتے ہوئے گندگی کے وجود کا پتہ چل جائے

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے دوران اپنے جوتے اتار کر بائیں جانب رکھ دیے۔اسے دیکھ کر آپ کے مقتدی صحابہ کرام ؓ نے بھی اپنے جوتے اتار دیے۔نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے جوتے اتارنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے آپ کی اقتدا میں جوتے اتارے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا: جبریل نے مجھے جوتوں میں گندگی ہونے کی اطلاع دی تو میں نے اتار دیے تھے۔پھر آپ ﷺ نے آئندہ کے لیے احتیاط کی ہدایت فرمائی:'' **إذا جاء أحدكم إلى المسجد فلينظر فإن رأى في نعليه قذرا أو أذى فليمسحه بالأرض وليصل فيهما** ''''جب تم مسجد میں آئیں تو دیکھ لیں اگر جوتے میں کوئی گندگی نظر آئے تو اسے زمین سے رگڑ دیں پھر اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔''[ابوداود باب الصلاة في النعال ح: ۶۵۰ عن أبي سعيد ۱/۳۲۶،دارمي صلاة باب ۱۰۳ الصلاة في النعلين ۱/۳۷۰، أحمد ۳/۲۰ وصححه الألباني في صحيح السنن ۱/۱۹۲]

حنابلہؒ: اگر نماز کے دوران نجاست کا پتہ چلے اور زیادہ وقت یا زیادہ محنت صرف کیے بغیر نجاست کو دور کرنا ممکن ہو تو اسے جلد زائل کر کے نماز مکمل کر لینا چاہیے۔[الشرح الكبير ۱/۴۷۷]

اس مسئلے میں تھوڑی سی تفصیل کی ضرورت ہے:

(۱) اگر نمازی کے جوتے،ٹوپی،کوٹ وغیرہ ایسے لباس پر نجاست یا گندگی لگ جائے یا نجاست کا وجود معلوم ہو جائے جس کے